



## سوال

(10) بہلے ہوئے حالات میں فقہی مسائل میں تجدید کی ضرورت

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علمائے کرام کا ایک طبقہ اس بات کے حق میں ہے کہ بہلے ہوئے حالات، گوناگوں ترقیاں اور نئے مسائل اور ضرورتوں پیش نظر فقہ اسلامی کے اصول و قواعد میں بھی تجدید اور تبدیلی کی ضرورت ہے جب کہ دوسرا طبقہ کسی قسم کی تبدیلی یا تجدید کے حق میں نہیں ہے۔ اس سلسلے میں آپ کا کیا موقف ہے؟

## الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

تجدد پسندی اور تبدیلی کے نام پر بعض لوگوں نے مذہبی معاملات میں کچھ یوں فتنے کھڑے کر دیے کہ علمائے کرام اور دین دار حضرات اس لفظ سے کچھ چڑھے گئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مغرب پرست و ذہنیت رکھتے ہیں اور جدت پسندی کی آڑ لے کر امت مسلمہ کی اسلامی شناخت کو سبوتاژ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ انھی لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ ان کی نئی باتیں وہ ہیں جو یورپ میں قدیم ہو چکی ہیں۔ یہ تو کعبے کو بھی بدل دینا چاہتے ہیں۔ کیا اسکے لیے وہ یورپ سے ہتھ لے کر آئیں گے؟ ان کی تجدد پسندی یہ ہے کہ یہ لوگ اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی شعائر کے مقابلے میں یورپ کے افکار و نظریات اور ان کے عادات و اطوار کو اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تجدد پسندی کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ میں نے اپنے کسی مقالہ میں لکھا ہے کہ اس قسم کی تجدد پسندی کو "تجدید" نہیں بلکہ "تبدیل" (تباہی) کا نام دینا چاہیے۔ تاہم اصولی طور پر تجدد اور تبدیلی نہ صرف شرعاً جائز ہے بلکہ تیزی سے بہلے ہوئے حالات اور نئی دنیا کی نئی نئی ضرورتوں کے پیش نظر تجدید پسندی وقت کی اہم ضرورت بن چکی ہے۔ خواہ معاملہ دنیا کا ہو یا دین کا۔ حتیٰ کہ ایمان جو کہ دین کا سب سے بنیادی عنصر ہے اس میں بھی وقتاً فوقتاً جدت کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث ہے جسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

"إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِمَنْزِلَةِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مَائَةٍ سَنَةٍ مَنْ يَجِدُ لَنَا دِينَنَا" (الواد اور حاکم)

”بے شک اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے بعد ایسی شخصیت بھیجتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے۔“

ان احادیث سے واضح ہے کہ دین و ایمان کے معاملات میں تجدید کا عمل ہماری شرعی ضرورت ہے۔ اس لیے وہ تمام علوم جن کا تعلق ہمارے دین سے ہے مثلاً علم تفسیر، علم فقہ، علم اصول فقہ اور علم کلام وغیرہ۔ ان تمام علوم میں نئے حالات اور بدلے ہوئے زمانے کے پیش نظر مسلسل ریسرچ اور تحقیق ہونی چاہیے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے ان علوم میں بعض تبدیلیوں اور جدتوں کو شرعی ضرورت سمجھتے ہوئے قبول کرنا چاہیے۔



أصول فقہ بھی ایک اسلام علم ہے جسے شروع دور میں فقہاء کرام نے ایجاد کیا تھا تاکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہی مسائل کے استنباط کے قواعد واصول معلوم کیے جاسکیں۔ ماضی میں اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی "الرسالہ" اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی "ارشاد الفحول" اور دور حاضر میں بھی اس موضوع پر مختلف کتابیں اور مقالات لکھے گئے ہیں اور کل سے آج تک کے اس لمبے علمی سفر میں فقہائے کرام نے اس علم میں حالات اور حاجات کی مناسبت سے مختلف وسعتیں اور جدتیں پیدا کیں۔ اس تجدد پسندی کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ اجتہاد کے دروازے کو بند نہ کر دیا جائے جیسا کہ بعض علمائے کرام نے اسے بند کرنے کی کوشش کی تھی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فقہ اسلامی کے بعض اصول ایسے ہیں جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں اور جن کی حیثیت قطعی اور اٹل ہے۔ جن میں کسی قسم کی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ وہ اصولی اور بنیادی احکام ہیں، جن پر ہمارے دین کی عمارت کھڑی ہے اور جن پر قیامت تک ہر زمانہ اور ہر قسم کے ماحول میں یکساں طور پر عمل کرنا لازم ہے۔ مثلاً:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ... سورة الفاطر ۱۸

”کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“

یعنی ہر شخص اپنے گناہوں کا بوجھ خود ہی اٹھائے گا۔ کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کے گناہوں کی سزا نہیں ملنی چاہیے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے جو تاقیامت برقرار رہے گا اور اس میں کوئی تبدیلی جائز نہیں ہے۔

2- وَاجْعَلْ عَلَيْنَا مِثْقَالَ الذَّنْبِ مِنْ حَرْجٍ ... سورة الحج ۷۸

”اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی سختی اور مشقت نہیں رکھی ہے۔“

یہ بھی ایک اصولی حکم ہے کہ دینی معاملات میں حتی الامکان قدرے نرم اور آسان پہلو اختیار کرنا چاہیے۔ بلاوجہ کی مشقتوں کو اختیار کرنا ہمارے دین کا مزاج نہیں ہے۔

3- "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" (بخاری، مسلم)

”ہر طرح کے اعمال کا دار و مدار نیت پر ہوتا ہے۔“

یہ بھی ہمارے دین کا اصول اور بنیادی پہلو ہے کہ انسان کو اس کے اعمال کا بدلہ اس کی نیت کے لحاظ سے دیا جائے گا۔

4- "لَا ضَرْبَ وَلَا ضَرَارَ" (موطا امام مالک)

”نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ۔“

اس اصولی حکم کے تحت کوئی بھی ایسا عمل جائز نہیں ہے جس میں انسان کے لیے نقصان کا پہلو ہو۔

یہ چند مثالیں ہیں ان اٹل اور قطعی اصول وقواعد کی۔ یہ وہ اصول ہیں جن پر تاقیامت اسی طرح عمل ہوتا رہے گا اور ان میں کسی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ان اٹل اور قطعی اصول وقواعد کے مقابلے میں اسلامی شریعت کے اندر بے شمار ایسے اصول وقواعد ہیں جن کی حیثیت قطعی نہیں ہے اور جن میں بدلتے ہوئے حالات اور نئے زمانے کی نئی ضرورتوں کے پیش نظر تبدیلی اور تجدد کی گنجائش ہوتی ہے تاکہ ہماری شریعت کے احکام ہر زمانے کے حالات سے ہم آہنگ ہو سکیں۔ واضح رہے کہ قطعی اصول وقواعد کے مقابلے میں غیر قطعی اصول وقواعد کی تعداد بے شمار ہے۔ یا بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہماری شریعت کے وہ اصول جو قطعی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے اور ان اصول وقواعد کی تعداد بہت



زیادہ ہے جنہیں زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بدلنے اور ہر دور کے حالات سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام صرف وہی علماء و فقہاء کر سکتے ہیں جن کے اندر اجتہادی صلاحیت ہوتی ہے۔

بہر حال جدت پسندی کے نام پر نام نہاد اسلامی اسکالروں کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ اور قطعی اصول و قواعد میں خواہ مخواہ دخل اندازی کریں اور انہیں اپنی ذاتی خواہشات کی تکمیل کے لیے بدلنے کی کوشش کریں۔ اس طرح تو سارا دین ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ جائے گا۔ ذرا ان کی جرات پر غور کیجئے کہ یہ لوگ قرآن کے بعض احکام کو بھی بدل دینا چاہتے ہیں مثلاً قرآن کا واضح حکم ہے کہ وراثت میں مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں دو گنا حصہ ملے گا۔ لیکن یہ لوگ عورتوں اور مردوں میں مساوات کا نعرہ بلند کرتے ہوئے ان دونوں کو برابر برابر حصہ دینا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ ہر دور اور ہر معاشرہ میں نان و نفقہ کی ذمہ داری مردوں پر ہوتی ہے۔ عورت خواہ امیر ہو یا غریب گھر کی معاشی کفالت کی ذمہ دار نہیں ہوتی ہے۔ اگر وہ سروس کرتی ہے تو محض رضا کارانہ طور پر۔ ان معاشی ذمے داریوں کے پیش نظر مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں دو گنا حصہ ملتا ہے۔

بعض حضرات کی زبان سے یہاں تک سنا گیا ہے کہ سور کا گوشت قرآن نے اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ اس کی غذا ناپاک چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ چونکہ آج کل کے سور ناپاک اشیاء پر نہیں پلٹے ہیں بلکہ بڑی صفائی کے ساتھ ان کی نگہداشت ہوتی ہے اس لیے آج کل کے سور کا گوشت حرام نہیں ہونا چاہیے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی خواہشوں اور مرضیات کو اللہ کی شریعت کے تابع نہیں بلکہ اللہ کی شریعت کو اپنی خواہش کی مرضی کے تابع بنانا چاہتے ہیں۔ یہ اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلام کو زمانے کی ترقیوں کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے۔ میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کو زمانے کی ترقیوں کے ساتھ کیوں چلانا چاہتے ہیں؟ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ دنیوی ترقیوں کو اسلام کے مزاج کے مطابق اور اس سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں؟ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے حاکم کو محکوم اور محکوم کو حاکم بنا ڈالا ہے۔

أَفَحُكْمَ الْجَبَلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝۵۰ ... سورة المائدة

”کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ کے حکم سے بہتر کیا ہوگا ان لوگوں کے لیے جو یقین و ایمان رکھتے ہیں۔“

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

## فتاویٰ یوسف القرضاوی

أصول فقہ، جلد: 2، صفحہ: 67

محدث فتویٰ